10

فروعی مسائل میں جھگڑے نہ کرو

(فرمودہ ۲۴ / مارچ ۱۹۱۶ء)

تشہّد و تعوّذ اور سُورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (الانفال: ۴۶-۴۷)

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا فضل ہؤا ہے کہ مسلمان بالکل پراگندہ ہوگئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک شخص دوسرے کے مخالف چل رہا تھا۔ کسی کا کسی سے کوئی اتحاد کوئی محبت کوئی پیار اور کوئی تعلق نہیں تھا۔ بلکہ مَیں کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان کہلاتے تو تھے مسلمان مگر اسلام کوئی نہ تھا۔ ہر شخص کا مذہب علیحٰدہ تھا۔ لوگ چھلکے کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور مغز کی کسی کو فکر نہ تھی۔ درخت کے اوپر فدا ہو رہے تھے مگر درخت ایسا تھا جو پھل نہیں دیتا تھا۔ وہ سواری کے پیچھے پڑے ہوئے تھے مگر یہ کسی کو فکر نہ تھی کہ منزلِ مقصود پہنچنا بھی ہے یا نہیں۔ ہر ایک مذہبی پہلو سے حالت بدترین ہو رہی تھی۔ اور یہ کوئی دور کی بات نہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے یہ نہیں دیکھا اب جا کر غیر احمدیوں کو دیکھ لے کہ ان کا کیا مذہب ہے کیا طریق ہے کیا رنگ ہے کیا ڈھنگ ہے نہ تو ان میں اسلام ہے اور نہ کوئی مسلم ہے۔ ہر شخص کی رائے اس کا مذہب اور ہر شخص کا خیال اس کا دین ہے۔

ایسی دردناک حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جیسا کہ اس کی قدیم سے سنّت ہے ایک ایسے انسان کو مبعوث فرمایا۔ جس کے کلام کو اپنا کلام اور جس کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ قرار دیا۔ اس انسان کے ذریعہ وہ مذہب جس کی

اس طرح حالت ہو گئی تھی ۔جس طرح ریت میں دریا خشک ہو جاتا ہے ۔اسی طرح نمودار ہو گیا۔جس طرح ریت کے اوپر بہنے والا دریا لہریں مارتا ہے۔لوگوں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ دریا خشک ہو گیا ہے مگر خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے ہی کے ذریعہ بتادیا کہ خشک نہیں ہوا۔لوگوں نے اس پر مٹی ڈال کر اسے چھپادیا تھا۔ورنہ وہ تو اسی زور وشور سے جاری ہے۔جس طرح پہلے تھا۔سو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ مذہب جو شکوک وشبہات سے پُر ہو گیا تھا۔پھر یقین اور اطمینان دلانے والا ہو گیا۔اور وہ جماعت جو پراگندہ ہو چکی تھی بلکہ جماعت کہلانے کی مستحق ہی نہ رہی تھی اس کو خدا تعالیٰ نے ایک جماعت بنادیا یہ خدا تعالیٰ کا ایک فضل تھا۔جس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کی آنکھیں ہوں اور جس نے دیکھا ہو کہ قومیں کس طرح ہلاک اور تباہ ہوا کرتی ہیں ۔پھر اس شخص کو اس کی قدر ہو سکتی ہے جو تاریخ سے واقف ہو۔اور یہ بھی جانتا ہو کہ اسلام کس حالت میں ہو گیا تھا۔ جسے حضرت مسیح موعودؑ نے آکر کھڑا کیا ہے۔گویا اسلام کو کھڑا کرنا قبر میں ڈالے ہوئے مُردے سے بھی بڑھ کر تھا۔نادان سمجھتے ہیں کہ خدا مردہ جسم کو زندہ نہیں کر سکتا۔انسان جب ایک دفعہ مر جاتا ہے اور اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے تو پھر کبھی زندہ نہیں ہو سکتا۔لیکن اگر وہ اپنی آنکھیں کھولیں اور اس بات پر غور وفکر کریں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ کسی مردہ کے زندہ کرنے سے کسی قوم کا زندہ کرنا نہایت مشکل ہے۔مردہ انسان آسانی سے زندہ ہو سکتا ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک قوم مر جائے اور اس کو زندہ کیا جائے اس دلیل کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔کہ دیکھو ہم ایک مردہ قوم کو زندہ کریں گے اور یہ اس بات کا ثبوت ہو گا کہ ایک دن ہم مردہ انسان کو بھی زندہ کریں گے۔

تو یہ خدا کا بڑا ہی فضل ہے کہ مسلمان جو ایک مردہ قوم تھی اس میں سے ایک زندہ قوم کھڑی ہو گئی اس لئے خدا تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے تھوڑا ہے۔لیکن کئی ایسے آدمی ہیں کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو گھبرا جاتے ہیں۔اور کہہ اٹھتے ہیں کہ کس طرح یہ مصیبت دور ہو گی۔ایسے لوگوں کو مَیں کہتا ہوں کہ جاؤ ان لوگوں کو دیکھو جو مسلمان کہلاتے ہیں۔اور اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ان کا دل تو الگ رہا ان کی زبانیں بھی اس بات کے لئے گواہی

دے رہی ہیں کہ اسلام مر چکا ہے اس میں بالکل جان نہیں ہے اور وہ اس قدر مایوس ہو گئے ہیں کہ کہتے ہیں اب کوئی اسلام کو زندہ نہیں کر سکتا۔ چونکہ وہ اپنے دلوں کو مردہ دیکھتے ہیں۔ علماء صوفیاء اور گدی نشینوں کو مردہ پاتے ہیں۔ اپنے امراء اور رشتہ داروں کو دیکھتے ہیں کہ دین کی طرف سے مُردہ ہو گئے اس لئے وہ نا امید ہو چکے ہیں اور یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ نہ ان کے گھروں میں نہ ان کے بازاروں میں نہ ان کی مسجدوں میں نہ ان کے حجروں میں کہیں بھی زندہ خدا کا نام نہیں ہے وہ خدا کا نام لیتے ہیں مگر صرف زبان سے۔ وہ خدا کا کلام پڑھتے مگر صرف زبان سے۔ ان کا جسم چلتا پھرتا نظر آتا ہے مگر اصل میں گوشت کی قبر ہے جس میں ان کی مردہ روح پڑی ہے۔ ایسے نظارہ کو دیکھ کر اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام کے لئے کوئی زندگی نہیں ہے تو ٹھیک کہتے ہیں کیونکہ ان کی حالت ہی یہاں تک پہنچ چکی ہے۔

لیکن باوجود اس کے خدا تعالیٰ نے اپنا ایک برگزیدہ انسان بھیج کر ایک ایسی جماعت تیار کر دی ہے جس کے دل زندہ اور روح زندہ ہے جس کی ہمت بلند اور حوصلہ پختہ ہے۔ ہر ایک وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لاتا اور دل سے یقین رکھتا ہے گو اس کے پاس مال نہیں۔ دولت نہیں حتیٰ کہ سونے کے لئے اپنی جگہ بھی نہیں۔ وہ جب سوتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ صبح ہمارے لئے کوئی عظیم الشان فتح کی خوشخبری لائے گی اور سارا دن محنت مشقت کرتا ہے اور شام کے وقت اتنا نہیں کما سکتا کہ اس کے بال بچے پیٹ بھر کے کھائیں مگر شام کے لئے اس کا دل خوشی سے اُچھلتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ دن نہیں ڈوبے گا جب تک کہ مَیں خوشی کی کوئی بات نہیں سُن لُوں گا۔ وہ سب سے زیادہ مصیبت زدہ اور مشکلات میں گھبرایا ہؤا ہو کر خوشخبری اور کامیابی کا امیدوار ہوتا ہے۔ یہ کیا بات ہے یہی کہ زندہ قوم ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جو زندگی کا بگل پھونکا گیا تھا یہ اس کے ذریعہ کھڑی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرف اس قدر امید ہے اور اس طرف ایسی مایوسی۔

اب اگر کوئی اس زندہ قوم کو مارنا چاہے تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ کتنے بُرے فعل کے ارتکاب کا ارادہ رکھتا ہے۔ ایک مومن کے قتل کرنے کی سزا خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے **فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ** (النسآء: ۹۴) کہ اس کی سزا جہنّم ہے لیکن جو ایک قوم کو مارتا ہے اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کے لئے کتنا بڑا عذاب

ہوگا۔مگر بہت ہیں جو کسی انسان کے قتل کرنے کی دلیری نہیں کریں گے اور ۹۹ فیصدی ایسے ہوں گے کہ جب ان کو قتل کرنے کی ترغیب دی گئی ہو تو ان کے دل دھڑکنے لگ جائیں اور کپکپی شروع ہو جائے۔مگر اس کے مقابلہ میں کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایسے بہت کم انسان ملیں گے جو زندہ قوموں کے مارنے سے ڈریں حالانکہ اس فعل کی سزا انہیں بہت ہی بڑھ کر ملے گی۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سوئے ہوئے فتنے کو جگانے والے پر خدا کی لعنت ہو۔ایک زمانہ میں فتنہ بھی سو جاتا ہے۔جس طرح نور اور ظلمت اکٹھے نہیں ہو سکتے جہاں ظلمت ہوگی وہاں نور نہیں ہوگا۔اور جہاں نور ہوگا وہاں ظلمت نہیں ہوگی۔اسی طرح جس وقت خدا تعالیٰ کا نور کسی قوم کو زندہ کرتا ہے تو اس وقت ظلمت یعنی فتنہ سو جاتا ہے اور فتنہ اس وقت جاگتا ہے کہ جب اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نور موجود نہیں ہوتا۔اور جب نور موجود ہو خواہ کتنا ہی تھوڑا ہو اس وقت ظلمت مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتی تو سوئے ہوئے فتنہ کو جگانے سے یہی مراد ہے کہ جب کوئی نبی آتا ہے اور ایک ایسی جماعت تیار کر جائے جو راستی اور حق قائم کرنے والی ہوتی ہے تو فتنہ سو جاتا ہے۔ایسے وقت میں بعض لوگ اس جماعت کو پراگندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی سوئے ہوئے فتنہ کو جگانا ہے۔اسی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں فتنہ سویا ہوا ہے اب اگر کوئی اسے جگائے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔آپؐ نے اس کے لئے یہ بددعا کی ہے۔حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نہ کسی کو گالی دیتے تھے اور نہ کسی پر لعنت بھیجتے تھے۔[۲] پس جب آپ نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ بہت ہی خطرناک گناہ گار ہے۔تو فتنہ کے جگانے والا اور زندہ قوموں کے مارنے والا بہت ہی خطرناک انسان ہے۔

مسلمانوں کی اس وقت کی حالت دیکھو کیسی تاریک ہے۔مساجد میں اوّل تو کوئی داخل ہی نہیں ہوتا اور اگر ہوں تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسے فساد اور جھگڑے ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔التحیّات میں اگر کوئی انگلی اٹھاتا تو اس کی اُنگلی توڑ دی جاتی۔اگر کوئی آمین بالجہر کہتا ہے تو اس کی شامت آ جاتی۔مارنے لگ جاتے ہیں

[۱] بخاری بحوالہ مشکوٰۃ باب فی اخلاق النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔

[۲] بخاری کتاب الادب باب لم یکن النبی صلّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا و لا مُتَفَحِّشًا۔

اور کہتے کہ کتّا بھونکتا ہے۔حالانکہ انہوں نے نہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آمین بالجہر فرمایا کرتے تھے۔ [1] پھر بعض جگہ اگر کسی نے آمین دل میں ہی کہی تو کہہ دیا کہ مردے قبروں میں پڑے ہیں۔حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے اور صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے۔غرض بہت چھوٹی چھوٹی باتوں پر اختلاف اور جھگڑے شروع ہو جاتے تھے۔

خدا تعالیٰ نے ان باتوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دُور کیا۔ہماری مساجد میں حضرت مسیح موعودؑ کے وقت اور اب بھی ایک ہی صف میں ایسے آدمی ہوتے ہیں جن میں سے کوئی آمین بالجہر کہتا ہے اور کوئی دل میں۔کوئی رفع یدین کرتا ہے اور کوئی نہیں۔اسی طرح گو کم رہ گئے ہیں تاہم ابھی تک ایسے بھی لوگ ہیں جو ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں لیکن کوئی کسی پر اعتراض نہیں کرتا۔کیوں؟ اس لئے کہ یہ ایسی باتیں نہیں ہیں جن پر جھگڑا کیا جائے۔اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ سوئے ہوئے فتنہ کو جگاتا ہے۔

مَیں نے یہ جو آیتیں پڑھی ہیں ان میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسی طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ باتیں جو اصول دین سے تعلق نہ رکھنے کے باوجود جماعت میں اختلاف کا باعث ہوں ان پر جھگڑنا نہیں چاہئے۔ فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۔اے مومنو! ایک وقت تم پر ایسا آتا ہے جبکہ تم دشمن کے مقابلہ پر کھڑے ہوتے ہو۔اس وقت تمھیں چاہئے کہ تمہاری ساری توجہ دشمن کے مقابلہ میں جم کر کھڑے رہنے کی طرف ہو اور خدا کے حضور بہت دعاؤں میں لگے رہو (ذکر کے معنے تسبیح و تحمید بھی ہیں اور یاد کرنے سے مراد پکارنا بھی ہوتا ہے جیسے کہ اردو میں بھی محاورہ ہے) اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کامیاب۔مظفر و منصور ہو جاؤ گے اور یہ بھی یاد رکھنا کہ ایسے وقت میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا۔اور آپس میں کسی قسم کا جھگڑا نہیں کرنا۔یہاں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ہی یہ حکم دیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھگڑا مذہبی معاملات

---

[1] ترمذی ابواب الصلاۃ باب ماجاءَ فِی التَّامِیْن۔

کے متعلق ہی ہے۔فرمایا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کمزور ضعیف ہو جاؤ گے۔تمہاری طاقت تمہارا رعب مٹ جائے گا۔ ریح کے معنی ہر پاکیزہ اور عمدہ چیز (۲) قوت (۳) غلبہ۔(۴) خوشی کے ہیں۔اس لئے یہ معنی ہوئے کہ اگر تم آپس میں جھگڑا کرو گے تو تمہاری خوشی۔غلبہ۔قوّت مِٹ جائے گی اور تمھارے اندر کوئی اچھی بات نہ رہے گی۔

ہر ایک کام کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم دشمن کے مقابلہ پر کھڑے ہو تو اس وقت اگر کوئی مذہبی اختلاف پَیدا ہو جائے تو اس پر جھگڑنا نہیں بلکہ اس وقت تمہارے یہی مدِّ نظر ہونا چاہیئے کہ جس طرح بھی ہو سکے دشمن کو کچل دیا جائے۔کیونکہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے فیصلہ کا وہ وقت ہوتا ہے جبکہ دشمن مقابلہ سے بھاگ جائے اور امن واطمینان حاصل ہو جائے۔

ہاں ایسی باتیں جن کی وجہ سے دین میں حرج واقعہ ہوتا ہو تو ان کا فیصلہ ایسے موقعہ پر بھی کر لینا ضروری ہے۔مثلاً کوئی شخص نماز نہ پڑھے اور جب اسے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو کہدے کہ دیکھو یہ دشمن سے مقابلہ کا وقت ہے اس وقت یہ بات کر کے اختلاف نہ ڈالو۔تو ایسے شخص کا مقابلہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ مسلمان نہیں بلکہ دشمنِ اسلام ہے۔قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ امر و نہی کے متعلق مسلمانوں کو سخت تاکید کی گئی ہے۔اور خدا تعالیٰ نے یہودیوں کی تباہی کی ایک یہ وجہ بھی بتائی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتے۔پس جبکہ ایک طرف خدا تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے اور دوسری طرف یہ بھی فرماتا ہے وَلَا تَنَازَعُوْا اور یہ بھی دین کے متعلق ہے۔پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امّتِ محمدیہ کی تباہی کا وہی وقت بتاتے ہیں جبکہ علماء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وعظ چھوڑ دیں گے۔تو بظاہر اس میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باتیں جو قوم میں اختلاف کا باعث ہو کر اس کی تباہی کا موجب ہوتی ہیں اور فروعی مسائل سے تعلق رکھتی ہیں انہیں اس وقت تک چھوڑ دینے کا حکم ہے جب تک کہ دشمن پر کامیابی نہ حاصل ہو جائے۔پہلے بڑا کام دشمن کا مقابلہ ہے اس کے بعد چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھا جائے گا۔ان دونوں قسم کے احکام کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے بڑے دینی مسائل جو اصول دین سے عقائد سے عبادات وسیاستِ اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں یا ان کا اثر ایسے مسائل پر پڑتا ہے جن سے اسلام میں رخنہ پڑ سکتا ہے ان سے روکنے کا حکم ہے کیونکہ ایسے لوگ مسلمان

نہیں۔ بلکہ دشمنِ اسلام ہیں۔مگر جو ایسے مسائل ہوں جن کا نہ روحانیت پر اثر پڑتا ہو اور نہ جن سے دین میں حرج واقعہ ہوتا ہو۔ایسے مسائل کو چھیڑنے والا سوئے ہوئے فتنہ کو جگاتا ہے۔

ہماری جماعت میں اس قسم کا کوئی فتنہ نہ تھا۔مگر اب پھر جھگڑے شروع ہو گئے ہیں باہر سے خط آتے ہیں۔رفع یدین کرنا چاہیئے یا نہیں۔آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیئے یا دل میں۔اگر کوئی آمین اونچی آواز سے نہ کہے تو کہتے ہیں مردہ کھڑے ہیں۔حالانکہ وہ نہیں دیکھتے کہ اگر وہ مُردہ ہیں تو نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی مُردہ ہی ہوئے۔کیونکہ کان لگا کر سننے والے بھی آپ کی آمین کی آواز کو نہیں سُن سکے۔پھر وہ نہیں جانتے کہ ان کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔آپؐ کے صحابہ کرام اور حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ تک پہنچتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنے والے بہت ایسے تھے جو آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔لیکن آپ نے کبھی ان کو کہنے کے لئے نہیں کہا اور بہت ایسے تھے جو اونچی آواز سے کہتے تھے مگر آپ نے کبھی ان کو نہیں روکا۔

ہماری جماعت کے لئے تو ایسے مسائل پر جھگڑے کی کوئی وجہ ہی نہیں۔کیونکہ وہ انسان جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حَکَم عَدَل فرمایا۔اور جس کو خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا۔قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔[1] اے مسیح موعود لوگوں کو کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنی چاہتے ہو تو اس کا یہی طریق ہے کہ میری اتباع کرو۔ایسے انسان کا کوئی حکم نہ مانے گا تو اور کس کا مانے گا۔آپ نے ان سب باتوں کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے کہ قرآن کریم میں جو صریح احکام ہیں ان کو مانو اور حدیث کے صریح احکام کو مانو۔اگر حدیث میں کوئی ایسا حکم ہے جو کسی اصول دین کے خلاف ہو تو وہ درست نہیں ہوسکتا۔اس کو قرآن شریف پر عرض کرو۔اگر قرآن کریم اس کی تصدیق کرے تو قبول کرلو اور اگر ردّ کرے تو ردّ کر دو۔پھر فروعات کے متعلق آپ کا فیصلہ ہے کہ اگر کسی بات کے متعلق ایک ہی عمل موجود ہے تو اسی طرح ٹھیک ہے اور اگر مختلف ہیں تو معلوم ہوا کہ مختلف اوقات اور مختلف حالات کے ماتحت مختلف طریق ہی رائج رہے ہیں

[1] تذکرہ ص ۴۶،ص ۶۱،ص ۷۸۔

اور چونکہ اس ملک میں امام ابوحنیفہ کے پیرو زیادہ ہیں اس لئے ایسے امور میں اپنی رائے پر ان کے فیصلہ کو ترجیح دے لو۔ تا کہ فروعی باتوں کی وجہ سے جھگڑا نہ ہو ورنہ امام ابوحنیفہ کوئی نبی یا رسول یا حَکَم یا مامور نہ تھے کہ ضرور انہی کی بات مانی جائے جیسے میری رائے ویسی ان کی رائے ہے۔ پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت دونوں طریق سے آمین کہی جاتی رہی ہے اور یہ بات ثابت ہے تو معلوم ہؤا کہ دونوں طریق سے جائز ہے۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے بعض انسانوں کو جوش ہوتا ہے اس لئے وہ اونچی آواز سے آمین کہتے ہیں۔ اور بعض کی طبیعت میں انکسار ہوتا ہے ان کو دل میں ہی کہنے سے مزا آتا ہے۔ چونکہ طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ اس لئے شریعت نے دونوں طریق سے جائز رکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔ ایسے ہی مسائل کے متعلق جھگڑا کرنا خدا تعالیٰ کے غضب کا موجب ہوتا ہے اور انہیں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا تَنَازَعُوْا جھگڑا نہ کرو۔

وہ لوگ جو ایسے مسائل میں جھگڑا کرتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط کو دیکھیں۔ کعبہ کے اردگرد کچھ زمین ہے جو کعبہ کی چھت میں شامل نہیں مگر حج کے موقعہ پر طواف کے وقت اس کے گرد بھی گھوما جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے آپ سے عرض کی میں کعبہ میں نماز پڑھنا چاہتی ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ اسی جگہ پڑھ لو۔ یہ بھی خانہ کعبہ کی چار دیواری کے اندر ہے۔ آپ کی احتیاط دیکھو۔ آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ! اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی تو مَیں کعبہ کے احاطہ کو توڑ کر اس کو اسی میں شامل کر دیتا اور دو دروازے بنا دیتا ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکل جاتے۔[1] تو باوجود اس کے کہ وہ جگہ کعبہ میں شامل تھی۔ اور جب قریش نے کعبہ کا احاطہ بنانے کے لئے چندہ جمع کیا تو چندہ کے تھوڑا ہونے کی وجہ سے ساری جگہ کو احاطہ میں شامل نہ کیا جا سکا اور جو جگہ بچ رہی اس پر نشان لگا دیئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو شامل نہ کیا۔ پھر علماء کی احتیاط دیکھو بعد میں اس پر عمارت بنا دی گئی لیکن جب بنو امیّہ کی حکومت ہوئی تو اس عمارت کو گرا کر پہلی طرح ہی کر دیا

[1] بخاری کتاب التمنّی

گیا۔ اور کہا کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اسے کوئی اَور کیوں کرے اس کے بعد جب عباسی حکومت کا دَور آیا تو ایک بادشاہ نے امام سے پوچھا کہ کیا اس زمین کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس نے کہا کہ اصل کعبہ تو اتنا ہی ہے جتنی جگہ پر نشان لگے ہوئے ہیں مگر اس کو بچوں کا کھیل نہ بناؤ اسی طرح رہنے دو جس طرح بنا ہؤا ہے۔ اگر تم نے اس کو شامل کر لیا تو کوئی اور آئے گا جو اس کو گرا دے گا۔ یہ احتیاط تھی۔ جو کعبہ کے متعلق کی گئی۔ آمین کا مسئلہ اس کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ تو اس قسم کے اختلاف کرنے والے سوئے ہوئے فتنہ کو جگانے والے ہوتے ہیں۔

آمین اونچی آواز سے کہنا یا نیچی سے۔ رفع یدین کرنا یا نہ کرنا۔ انگلی اٹھانا یا نہ اٹھانا۔ ان سب باتوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فیصلے کر دیئے ہیں جو شخص آپ کو مسیح موعود مانتا ہے وہ آپ کے فیصلوں کو قبول کرے گا۔ اور جو فیصلوں کو قبول نہیں کرتا وہ جھوٹ بولتا ہے کہ مَیں آپ کو مانتا ہوں۔

ہماری جماعت کو بہت محتاط ہونا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محدّثین کی بہت قدر کی ہے۔ آپ نے بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری قرار دیا ہے۔[1] جو شخص امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہتک کرتا ہے۔ وہ توبہ کرے کیونکہ یہ بہت برا کام ہے۔ امام بخاریؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسول کی طرف سے لکھا ہے ان کا اپنا اجتہاد اس میں شامل نہیں ہے اس لئے جو شخص ان کی احادیث کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی ہتک کرتا ہے کیونکہ وہ حدیثیں آپؐ کی زبان سے نکلی ہوئی ہیں اور خشک حدیثیں نہیں ہیں جو شخص ان احادیث کو مانتا ہے وہ امام بخاری کو نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے پس ہر ایک کو چاہیئے کہ احتیاط سے کام لے۔ جب کسی قوم میں امن وامان آجاتا ہے تو ایسی ایسی باتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں کیا جب احمدیوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں مختلف جگہوں میں رہتی تھیں اپنی مسجدیں نہ تھیں مخالفین تنگ کرتے اور تکلیفیں پہنچاتے تھے اس وقت بھی ایسی باتیں یاد آتی تھیں ہرگز نہیں۔ لیکن اب ایسی ایسی باتوں پر

[1] براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص ۳۷۸

بحث و مباحثے شروع ہو گئے ہیں گویا انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہمارے دشمن نہیں رہے اور ہم آرام میں ہو گئے ہیں لیکن یہ غلط ہے ہمارے تو وہ تمام لوگ دشمن ہیں جو دنیا کے کسی گوشہ میں بستے ہیں اور حق وصداقت کے مخالف ہیں اور ہر ایک احمدی کے وہ سب دشمن ہیں جو شیطان کے پیچھے چلتے ہیں۔ پس جب تک شیطان دنیا سے نہیں مٹ جاتا اس وقت تک احمدیوں کو بھی ہتھیار نہیں اتارنے چاہئیں۔

پس تم لوگ اللہ اور رسول کے فیصلہ پر چلو۔ اور وہ باتیں جو اصولِ دین سے تعلق نہیں رکھتیں اور مختلف صحابہ نے ان پر مختلف طریق سے عمل کیا ہے ان میں سے جس طریق پر کوئی عمل کرتا ہے اچھا کرتا ہے کوئی گناہ کی بات نہیں سب انسانوں کی طبیعت ایک جیسی نہیں ہوتی کسی کے لئے کوئی بات پسندیدہ ہے اور کسی کے کوئی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان سب طریقوں کو جو پہلے مختلف مذاہب میں مروّج تھے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ تا کہ کسی کی طبیعت گھبرائے نہیں پس جب خدا تعالیٰ نے طبائع کا اتنا لحاظ رکھا ہے تو بندوں کا کیا مقدور ہے کہ ایسے مسائل میں اختلاف کریں۔ خدا کے فضل سے یہاں کے لوگ ایسی باتوں سے بچے ہوئے ہیں لیکن بیرونجات سے ایسے جھگڑوں کے متعلق خطوط آتے رہتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کے متعلق یہ تجویز ہونی چاہیئے کہ جو شخص ایسا ہو اس کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے کیونکہ ایسی باتوں کا اعمال سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اس بات کی سمجھ دے کہ کس قدر خطرناک دشمن کے ساتھ ان کا مقابلہ ہے تا کہ وہ ایسے جھگڑوں سے باز آ جائیں۔ جو شخص ایسی حالت میں جھگڑا کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنے دشمن کی خبر ہی نہیں۔ کیا ممکن ہے کہ شیر سامنے کھڑا ہو اور کسی کو نیند آ جائے لیکن جس کے سر پر شیر کھڑا ہے اور وہ سوتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو شیر کا علم ہی نہیں۔ اسی طرح جو شخص فتنہ برپا کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے دیکھا ہی نہیں کہ کتنے بڑے دشمن سے اس کا مقابلہ ہے جس شخص نے پچاس ساٹھ میل جانا ہو وہ کبھی بے فکر ہو کر راستہ میں سو نہیں سکتا۔ اسی طرح وہ شخص جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو کر ایسا کرتا ہے گویا اس نے اپنے فرض کو سمجھا ہی نہیں۔ ہر ایک احمدی کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جس وقت تک کوئی ایک شخص بھی دنیا پر ایسا موجود ہوگا جو حق کو نہیں مانے گا اس وقت تک اس کا مقابلہ ختم نہیں ہوگا۔ ادھر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب تک دشمن سے مقابلہ ہو۔ اس

وقت تک ایسے مسائل میں نہ جھگڑو۔ اور یہ بھی قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کفّار قیامت تک رہیں گے اس سے پتہ لگا کہ ایسے مسائل میں کبھی جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ نے ایک ایسی شرط لگا دی ہے جیسے کوئی کہے کہ جب تک تم زندہ رہو یہ بات کبھی نہ کرنا۔ یہ خدا تعالیٰ نے اس لئے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو ایسی باتوں کی طرف توجہ ہی نہ ہو۔ تا وہ اپنے اصل کام میں لگے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے فتنوں کو دور کرے اور سب لوگوں کو سمجھ دے تا کہ وہ اس طرف سے ہٹ کر اصل کام کی طرف متوجہ ہوں۔ کوئی نادان ہی ہوگا جو ایسے وقت میں ایسے جھگڑوں کی طرف توجہ کرے۔ کیا جس کا بیٹا مر رہا ہو۔ اسے ناخن اتروانے یا بال کٹانے میں لگا ہوا کسی نے دیکھا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی دیکھا کہ ہر ایک ایسی کوشش میں ہوتا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے اس کا بیٹا بچ جائے۔ اگر اسلام اس وقت مر رہا ہے اور بعض ایسے لوگ ہیں جن کی توجہ اس طرف ہے کہ ناخن بڑے ہو گئے ہیں انہیں کٹانا چاہیئے۔ بال پراگندہ ہو گئے ہیں انہیں کنگھی کرنی چاہیئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اسلام سے پیار اور محبت نہیں ہے اور نہ ہی اس کی قدر جانتے ہیں اسی لئے اس کو مرتا ہوا دیکھ کر بھی انہیں گھبراہٹ پیدا نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے اور آپ لوگوں کو اپنے فرائض سمجھنے کی توفیق دے۔

(الفضل ۲۸ ؍ مارچ ۱۹۱۶ء)